خط کی تکنیک اور مجنوں گورکھپوری کا ناول سراب

ڈاکٹر فرزانہ کوکب/شفیق احمد

ABSTRACT:
This research article deals with an important technique that is 'Epistolary Novel' and it evaluates the same technique of the Novel 'Sarab' written by Majnu Gorakhpori. Sarab is one of those novels which have been written in Epistolary style. But it is pity that this Novel has been ignored inspite of its enriched style. Majnu who is the most famous representative of Romantic Movement has propounded himself once that his Novel 'Sarab' is the amalgamation of innovative as well as changing thoughts of the hour. In this novel the writer seems to capture the sense of social realism and philanthropic attitude. So his novel can be regarded the first progressive Novel in Urdu literature. This novel can be asserted that it is the best self-created Novel as it has no derivation from other novels. It is fact that Majnu Gorakhpori's other novels are derived from the Novels of Thomas Hardy. From this article the style of Epistolary novel and the style of Majnu Gorakhpori can be understood.

ایسے ناول جو خط کی تکنیک استعمال کرتے ہوئے لکھے جائیں انہیں اردو میں مکاتیبی ناول کہتے ہیں جس کیلئے انگریزی میںEpistolary Novel کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے ۔مکاتیبی ناول کی وضاحت ڈاکٹر سہیل احمد خان ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''ناول جسے اس طرح لکھا جائے کہ وہ دو یا دو سے زیادہ افراد کے مابین خط و کتابت پر مشتمل ہو ۔ناول نگار بظاہر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے۔اس قسم کا ناول لکھنا خاصا دشوار ہے کیونکہ ناول نگار خود پر بہت سی حد بندیاں عائد کر لیتاہے ''(۱(

گویاایک ماہر فن کار ہی اس تکنیک کے ذریعے اپنی پیشکش کو دلچسپ اور با معنی بنا سکتاہے ۔پلاٹ کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ کردار کے نجی خیالات و جذبات کی عکاسی کرنا فن کارانہ پختگی کے بغیر ممکن نہیں ہے ۔

خطوط کی تکنیک کے ذریعے مصنف کردار کی مضطرب حالت کو عمدگی سے بیان کرنے کے قابل ہو جاتاہے۔ کردار کی نفسی کیفیات، غیر واضح جذبات اور چھپے ہوئے ارادوں کو پیش کرنے کے لیے یہ سب سے موزوں تکنیک ہے ۔

ناول نگاری میں خطوط کی تکنیک کے تجربات مغرب سے ہمارے ہاں رائج ہوئے ہیں۔انگریزی ادب کا اولین ناول پامیلا(Pamela) اسی تکنیک کا حامل تھا ۔رچرڈسن نے خطوط کے ذریعے ناول کا پلاٹ ترتیب دیا ۔اس نے خطوط کے ذریعے اپنے کرداروں کی اندرونی کیفیات پیش کی ہیں ۔اس کے ناول کی خوب پذیرائی ہوئی کیونکہ یہ فنی اعتبار سے بھی ایک کامیاب ناول تھا۔سکاٹ نے بھی ناول نگاری میں اس طریقہ کو اختیار کیا مگر بعد میں ترک کردیا۔خطوط کی تکنیک کی طرح ایک اور تکنیک جو ناول نگار استعمال کرتے ہیں ،وہ ''ڈائری کی تکینک'' ہے۔اس تکنیک سے بھی کرداروں کی باطنی کیفیات کا اظہار ممکن بنایا جاتاہے ۔اس تکنیک کو بھی بعض انگریزی ناول نگاروں نے خوب مہارت سے استعمال کیا ہے ۔

عالمی ادب میں اگر چہ ہر طرح کے موضوعات پر مبنی ناول خط اور ڈائری کی تکنیک میں لکھے گئے ہیں لیکن اردو میں یہ تکنیک درون بینی کی اصطلاح کے ساتھ لازم و ملزوم ہو کر رہ گئی ہے ۔ اس تکنیک کو ان کیفیات کے بیان کے لیے منتخب کیا جانے لگا جن کی پیشکش واقعاتی یا بیانیہ انداز میں مشکل تھی۔ ارد ومیں یہ ادبی رویہ عالمی ،سیاسی و سماجی حالات کے نتیجے میں پیدا ہوا۔ پہلی جنگ عظیم کی ہلاکت خیزیوں نے دنیابھر کے حساس ذہنوں کو جھنجھلا کر رکھ دیا ۔ قتل و غارت، کساد بازاری، انسانی جان کی بے قدری اور بے حرمتی نے اعلیٰ آدرش رکھنے والوں کے لیے ان کے عصر او ر ماحول کو ناقابل قبول بنا دیا۔ باہر کی دنیا قبیح اور ناپسندیدہ تھی ۔ اس لیے لکھنے والوں نے اپنے اندر سمٹ جانے میں عافیت جانی اور یہیں سے جذبات کو پیش کرنے کے ایک نئے ڈھنگ نے جنم لیا ۔ادب میں اس رویے کے اثرات مختلف اصناف پر مختلف انداز میں مرتب ہوئے ۔ناول نگاری میں کردارنگاری پر زور دیا جانے لگااور فرد کے ذہنی خیالات اور تصورات کے ذریعے کردار کو واضح کرنے کے رویے کا آغاز ہوا ۔کردار کی ذہنی اور جذباتی صورتحال کی پیش کش کے لیے خط کی تکنیک استعمال کی جانے لگی کیونکہ ذہنی خیالات اور قلبی جذبات کی پیش کش کے لیے خطوط سب سے مئوثر ذریعہ قرار پاتے ہیں۔

اردو ناول کی روایت میں بیسویں صدی کی دوسری اور تیسری دہائی پر رومانوی تحریک سے وابستہ ناول نگار چھائے نظرآتے ہیں۔اگرچہ موضوعاتی حوالے سے یہ دور کوئی خاص اہمیت کا حامل نہیں ہے مگر تکنیکی اعتبار سے اس دور میں ناول کی ہیئت کے اعتبار سے تجربات ملتے ہیں ۔رومانوی فکر کے حامل ناول نگار وں نے خط اور ڈائری کی تکنیک کا خصوصیت سے اپنے ناولوں میں استعمال کیا ۔اس دور کے سیاسی اور سماجی حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو ناول نگاروں کا اس تکنیک کی طرف توجہ کرنا فطری عمل نظر آتاہے ۔اس دور کے حالات کے نتیجے میں حساس ذہنوں میں احساسِ شکست اور بے ثباتی کا احساس بڑھ گیاتھا ۔جبر ،گھٹن اور اعصاب کی توڑ پھوڑ کے نتیجے میں تخلیق کاروں میں بغاوت اور فرار کا جذبہ پیدا ہوا ۔انہوں نے سماجی اور مذہبی جکڑ بندیوں کے متوازی ایک الگ دنیا بسالی جس کی بنیادان کے زرخیز تخیل پر رکھی گئی تھی۔فرد میں چونکہ دروں بینی کا جذبہ بڑھ گیا تھا اس لئے اس نے ایسی تکنیک اختیار کی جس کے ذریعے اندرونی احساسات کو بہتر انداز میں پیش کیاجا سکتاتھا ۔عام طور پر اردو مینمکتوبی ناول کا آغازکار قاضی عبدالغفار کو سمجھا

جاتاہے مگر یہ بات درست نہیں ہے ۔اردو کے پہلے ناول نگار جنہوں نے خط کی تکنیک میں ناول لکھا عبدالحلیم شرر ہیں ،جن کا ناول ''جویائے حق ''۱۹۱۷ء میں شائع ہوا ۔(۲)قاضی عبدالغفار کا اس تکنیک میں لکھا گیا ناول ''لیلیٰ کے خطوط ''۱۹۳۲ء میں اور مجنوں گورکھپوری کا ناول ''سراب ''بھی اسی سال شائع ہوا تھا ۔(۳(

مجنوں گورکھپوری (۱۹۸۸ء-۱۹۰۴ء)کی ناول نگاری کا آغاز ۱۹۲۵ء میں ان کے مختصر ناول ''زیدی کا حشر ''کی ''نگار''میں قسط وار اشاعت سے ہوا ۔یہ ناولٹ انہوں نے نیاز فتح پوری کے مختصر ناول ''شہاب کی سرگزشت'' سے متاثر ہو کر لکھا تھا ۔اس کے بعد بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں انہوں نے مزید پانچ مختصر ناول تحریر کیے ،جن میں سے بیشتر ناول تھامس ہارڈی کے ناولوں سے ماخوذ تھے ،جیسا کہ اپنے ناولوں کے دیباچوں میں خود انہوں نے اعتراف کیا ہے ۔ناول ''گردش '' کے دیباچے میں لکھتے ہیں ۔

''میں نے ہارڈی کے سات ناولوں کو اردو میں ڈھالنے کے لئے منتخب کیا تھا ۔ان میں سے پانچ ہی کو اپنے کام میں لایا ''(۴(

اسی طرح مجنوں صاحب اپنے ناولٹ باز گشت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''باز گشت ہارڈی کے شہرہ آفاق ناولThe Return Of the Native سے متاثر ہو کر اسی کے نمونہ پر لکھا گیاہے ''(۵(

''صید زبوں'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

''یہ فسانہ ہارڈی ہی کے ایک ناولWood Lander کو پڑھنے کے بعد لکھا گیاہے ''(۶(

مجنوں صاحب کے مندرجہ بالا اعترافات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ تھامس ہارڈی سمیت مغرب کے بعض دوسرے فکشن نگاروں سے متاثر تھے ۔اگرچہ مجنوں صاحب کے بیشتر ناول انگریزی ناولوں سے ماخوذ ہیں مگر ان کا ایک ناول ''سراب '' جو خط کی تکنیک میں لکھاگیاہے ان کا طبع زاد ناول ہے اس حوالے سے وہ خود ناول کے دیباچے میں لکھتے ہیں ۔

''یہ افسانہ میرے اپنے تخیل کی پیداوار ہے اور اس کے لئے کسی حد تک بھی میں کسی دوسرے کا ممنون نہیں ہوں''(۷(

''سراب ''پہلی بار رسالہ ایوان مئی و جون ۱۹۳۲ء میں ''محبت کی فریب کاریاں'' کے عنوان سے شائع ہو اتھا ۔اس ناول کا دوسرا حصہ رسالہ ایوان کے جولائی ۱۹۳۴ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا ۔ناول سراب میں مختلف کرداروں کے بیس خطوط شامل ہیں ۔ناول کا مرکزی کردار یوسف ہے جوپڑھا لکھا اور اشتراکی خیالات کا حامل نوجوان ہے ۔یوسف اپنے اشتراکی خیالات کے زیر اثر اپنی زمین اور جائیداد غریبوں میں تقسیم کردیتاہے اور اپنی ساری زندگی کمزوروں اور پسے ہوئے طبقے کی حمایت کے لئے وقف کردیتاہے ۔مرکزی کردار یوسف ،نسرین، سرلااور چمپا سے محبت کرتاہے مگر تینوں عورتوں سے باوجو ہ شادی نہیں کر پاتاوقت کے ساتھ ساتھ اس کے خیالات عشق و محبت سے جاگیر داری اور مقتدر طبقہ کی پیدا کردہ جکڑ بندیوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں ۔یوسف ،نسرین کے نام ایک خط میں لکھتاہے ۔

''پہلے میری زندگی کا نصب العین تم کو اور صرف تم کو چاہناتھا ۔اب میں ساری دنیا کو چاہتاہوں ۔اب میری زندگی کا نصب العین یہ ہے کہ دنیا کو حق پرستی ،حریت ،اخوت یا (ایک لفظ)انسانیت کا پیغام دو ۔جہاں کہیں پیٹ کا دکھ پائو ،اس کو مٹائو ،چاہے اس کے لئے خود مٹ جانا پڑے ،نسرین پیٹ کا دکھ بہت بڑا ہوتاہے اس کے لئے ''دمشق والے''عشق بھی بھول گئے تھے ۔تم کو اس کا احساس نہیں ۔غم روزگار انسان کا دل ٹھکانے نہیں رہنے دیتا''۔(۸(

مندرجہ بالا متن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجنوں گورکھپوری کے خیالات واضح طور پر ترقی پسندانہ ہیں ۔جس میں حق پرستی ،حریت ،اخوت اور انسانیت جیسے الفاظ واضح طور پر ان کی فکر میں تبدیلی کا اشارہ ہیں ۔اس پہلو کی طرف مجنوں صاحب نے ناول کے دیباچے میں بھی اشارہ کیاہے کہ ۱۹۳۲ئمیں ان کے خیالات میں واضح تبدیلی آگئی تھی اور سراب پہلی تحریر ہے جس میں ان کے بدلے ہوئے خیالات کو پیش کیا گیاہے ۔ (۹) رومانوی فکر کے نمائندہ مجنوں گورکھپوری کی دیگر تحریروں کے برعکس ان کے اس ناول میں ان کے خیالات قدرے تبدیل ہوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں ۔ایک جگہ غریب کسان''الگوچمار''جس کی فصل علاقے کا زمیندار برباد کردیتاہے کے حوالے سے مجنوں گورکھپوری لکھتے ہیں:

''قدیم زمانے میں یونان کے جابروں نے بھی رعایا پر ایسے صریح ظلم نہیں کئے ہیں جیسے آج کل ہمارے زمیندار ان پیٹ کے مارے ہوئے کسانوں پر کر رہے ہیں''۔(۱۰(

آگے چل کر اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

''وہ زمانہ دور نہیں جب زمینداری کا نظام ایک طلسم باطل کی طرح ٹوٹ کر ہمیشہ کے لئے فنا ہوجائے ۔دنیا اپنے کو اس کے لئے تیار کر رہی ہے ۔زمیندار اور سرمایہ داری کے پردے میں دنیا پر معمولی ظلم نہیں ہوئے ۔(۱۱(

مرکزی کردار یوسف انہی خیالات کے زیر اثر لگان اور بیگار کی رسم ختم کرنے کے لئے صرف چند بیگھے زمین اپنی ذاتی کاشت کے لئے رکھ کر باقی تمام زمین کسانوں کو مفت دے دیتاہے ۔واضح اشتراکی نقطہ نظر کے حوالے سے مجنوں گورکھپوری کا یہ ناول سراب ناول نگاری کی صنف میں پہلا ترقی پسند ناول کہلانے کا حقدار قرار پاتاہے البتہ زبان و بیان اور پیشکش کے حوالے سے مجنوں گورکھپوری رومانوی تحریک سے وابستہ دیگر لکھنے والوں کے انداز کوہی اختیار کیے ہو ئے ہیں۔جذباتی بیانات کی فراوانی ،غیر ضروری بحث کا سااانداز،موقع بہ موقع اردو ،فارسی اور انگریزی اشعار کی بھرمار نے ان کے اسلوب بیان کوکافی حد تک بوجھل کردیاہے۔

ناول میں یوسف کے علاوہ نسرین اور چمپا کی کہانیاں بھی انہی خطوط کے ذریعے سامنے آتی ہیں۔نسرین ،یوسف کی پہلی محبت ہے مگر نسرین کی شادی زبردستی ایک دولت مند بوڑھے شخص کے ساتھ کردی جاتی ہے ۔نسرین اپنی جوانی کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے بوڑھے شوہر کی پہلی اولاد اور اپنے سوتیلے بیٹے قاسم سے جنسی تعلق قائم کر لیتی ہے ۔جب اس کا راز فاش ہوتاہے تو شوہر اسے طلاق دے کر گھر سے نکال دیتاہے ۔نسرین ناکام شادی شدہ زندگی کے خاتمے کے بعد خطوں کے ذریعے دوبارہ یوسف کی طرف رجوع کرنا چاہتی ہے مگر یوسف اپنی زندگی کا نصب العین غریب کسانوں اور

مظلوموں کی مدد قرار دے چکا ہوتاہے اس لئے وہ چاہتے ہوئے بھی اس حوالے سے نسرین کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا ۔نسرین آخر کار مایوس ہو کر تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو کر خون تھوک تھوک کرمرجاتی ہے۔

نسرین کے علاوہ ناول میں چمپا کی کہانی بیان ہوئی ہے ۔چمپا غریب کسان الگو چمار کی نہایت خوبصورت بیٹی ہے جس پر علاقے کا سفاک زمیندار عزیز میاں بُری نظر رکھتاہے ۔اپنے مذموم مقاصد کو پورا کرنے کے لئے وہ چمپا اور اس کے والد کو طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیتاہے ۔یوسف جو کہ چمپا کے عشق میں گرفتار ہو چکاہوتاہے ۔ان کی مددکے لئے میدان میں کود پڑتاہے ۔نوبت مارکٹائی اور مقدمہ بازی تک پہنچ جاتی ہے ۔زمیندار اپنے اثرو رسوخ اور دولت کی بنا پر یوسف کو جیل بھجوادیتاہے ۔قید کے دنوں میں ہی چمپا کی شادی اپنے کسی عزیز سے کردی جاتی ہے ۔قید سے رہائی کے بعد یوسف اپنی غیر موجودگی میں پیش آنیوالے واقعات سے مایوس ہو کر تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو جاتاہے جسکی علامات قید کے دنوں میں ہی سامنے آنا شروع ہو گئیں تھیں ۔

مجنوں گورکھپوری نے ’سراب‘ میں موضوع کی حد تک اپنے عہد کے عام رویے سے ہٹ کر مضمون اختیار کیا ہے مگر اس ناول میں بھی ان کی کردار نگاری ان کے بدلے ہوئے خیالات کا ساتھ نہیں دے پا رہی ۔ انہوں نے انقلابی فکر کی پیشکش کے لیے جذباتی اور خام کردار منتخب کیے ہیں۔ یہ کردار اپنے رویوں میں ہیجانی کیفیت کا شکار ہیں۔ خصوصاً مرکزی کردار یوسف کو جن نظریات اور اصولوں کا نمائندہ دکھایا گیا ہے ان پر وہ پورا اترتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ اس کردار کی طویل اور جذباتی تقریریں بوجھل محسوس ہونے لگتی ہیں کیوں کہ یہ کردار تحرک اور عمل کے عناصر سے عاری ہے ۔ شاعرانہ مزاج کا حامل یہ کردار جگہ جگہ اپنی علمیت اور قابلیت کی شوخی بگھارتا نظر آتا ہے ۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یوسف مزاجاً ایک رومانوی کردار ہے ۔ اسی لیے ناول میں موضوع سے عدم مطابقت کی بنا پر یہ اکہرا کردار بن کر رہ گیا ہے ۔

تکنیکی اعتبار سے مجنوں گورکھپوری کا یہ ناول کامیاب تجربہ قراردیاجاسکتاہے ۔پہلی بار اس ناول میں ایک سے زیادہ کرداروں کے خطوط کو پیش کرکے ناول کا پلاٹ تشکیل دیا گیاہے۔خطوط کی ترتیب میں فنی مہارت کا ثبوت دیا گیاہے کیوں کہ ناول کا تارو پود مختلف کرداروں کے خطوط کے ذریعے بُنا گیا ہے اس کے باوجود مرکزی کہانی واضح طور پر آگے بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے ۔

یہی پہلو اس ناول کی تکنیک کا حسن قرار دیا جاسکتا ہے ۔ ناول نگار نے ہر جگہ تکنیکی تقاضوں کو پیش نظر رکھا ہے اور خطوط کے ذریعے کرداروں کے باطن کو نمایاں کرنے میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے ۔ قصے کو چونکہ مختلف کرداروں کے خطوط سے ترتیب دیا گیا ہے اس لیے ناول ایک کرداری یا شخصی بیانیے سے بلند ہو کر اجتماعی بیانیے کی شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ ناول کی روایت میں خطوط نگاری کے اس انداز کے مخترع کا اعزاز مجنوں گورکھپوری کو حاصل ہے ۔ انہوں نے تکنیکی اعتبار سے اردو ناول کو ثروت مند بنایا اور ایک خاص اسلوب کو رواج دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ تاہم اردو ناول کی تحقیق اور تنقید کی بیشتر کتابیں مجنوں گورکھپوری کے ذکر سے خالی نظر آتی ہیں۔ ناقدین نے بطور ناول نگار انہیں نظرانداز کیا ہے حالانکہ ناول کے ارتقائی سفر میں انہوں نے بخوبی

اپنا حصہ ڈالا ہے اور تاریخ کے ایک خاص عہد مینایک رجحان کی نمائندگی کرتے ہوئے اردو ناول میں خط اور ڈائری کی تکنیک کو رواج دینے میں اہم کردار ادا کیا ہے ۔مجنوں گورکھپوری کی ناول نگاری کے تکنیکی اثرات ان کی بعد کی نسل کے ناول نگاروں پر بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔خصوصاً عظیم بیگ چغتائی،عزیز احمد اور کرشن چندر کے ناولوں پر ان کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ تاہم موجودہ عہد میں جب ٹیکنالوجی بہت ترقی کر گئی ہے اور خط کی جگہ ای ۔میل ،واٹس ایپ اور انٹرنیٹ چیٹنگ نے لے لی ہے ،ایسے میں یہی لگتاہے کہ مستقبل کا ناول اس تکنیک سے محروم ہو جائے گا۔موجودہ عہد کے ناولوں میں پیغام رسانی اور ترسیلِ جذبات کے لئے انہی جدید ذرائع کا ذکر ملتاہے ۔اس حوالے سے مرزا اطہر بیگ کے ناولوں کو ایک مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتاہے ۔

حواشی وحوالہ جات:

)۱(سہیل احمد،ڈاکٹر ، منتخب ادبی اصطلاحات ،شعبہ اردو جی سی یونیورسٹی ،لاہور،بار اول ،۲۰۰۵ء، ص۔ ۷۵

)۲(اردو مینعبدالحلیم شرر نے اپنے تاریخی ناول ''جویائے حق ''مینپہلی بار خط کی تکنیک استعمال کی ہے ۔یہ شرر کا ضخیم ترین ناول ہے جو پہلی بار ۱۹۱۷ء، ۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۱ء ''دل افروز''میں قسط وار شائع ہوا۔عموماً خط کی تکنیک کے حوالے سے قاضی عبدالغفار کے ناول لیلیٰ کے خطوط (۱۹۳۲ء) کو اولیت دی جاتی ہے جو درست نہیں ہے۔ جویائے حق میں مختلف النوع موضوعات اور کم و بیش پچاس ساٹھ برس کی اسلامی تاریخ ،نبی کریم کی سیر ت اور عرب کی معاشرت کا احاطہ کیا گیا ہے۔ ناول کے مرکزی کردار کے طور پر حضرت سلمان فارسیؓ،بحیرااور استفانوس کی شخصیات ناول میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے کہانی میں ربط اور ارتقا پیدا کرتی ہیں۔کردار اور پلاٹ میں ہم آہنگی عبدالحلیم شرر کی فنی مہارت کا ثبوت ہے جس سے ناول وسعت کا حامل ٹھہرا اورواقعات کے بیان کی گنجائش نکل آئی ۔ جویائے حق ایک مکمل تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتاہے ۔اس میں جنگ بدر ،جنگ احد،جنگ خیبر ،جنگ حنین کے تفصیلی حالات ،ابوجہل کی موت ،حضرت علیؓ کی فتوحات اور کفار کی شکست کو ٹھوس تاریخی حوالوں سے پیش کیا گیاہے۔مزید مطالعے کے لیے ملاحظہ کیجیے جویائے حق از عبدالحلیم شرر، سنگِ میل پبلیکیشنز لاہور ،۲۰۱۴ء اورشرر کے تاریخی ناول اور ان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ از ممتا زمنگلوری، مکتبہ خیابانِ ادب لاہور ،۱۹۷۸ء

)۳(قاضی عبدالغفار کا ناول لیلیٰ کے خطوططبع زاد ناول نہیں ہے ۔ یہ ناول دراصل فرانسیسی ناول نگار الیگزینڈر ڈیوما کے ناول کملیاں کے پھول والی خاتون(1889ء La Dame Aux Camelias) سے ماخوذ ہے ۔ قاضی عبدالغفار کی لیلیٰ دراصل ڈیوما کی مارگریٹ ہے ۔ اسی طرح پیش کیے جانے والے قصے کے بھی اصل خالق الیگزینڈر ڈیوما ہیں ۔ملاحظہ ہو نگینہ جبیں، اردو ناول کا سماجی اور سیاسی مطالعہ ، ۱۹۴۷ء اور اس کے بعد ، پبلشرز ۴۰۵ ۔اے دریاآباد، الٰہ آباد، دسمبر ۲۰۰۲ء ، ص ۴۳

)۴(مجنوں گورکھپوری ،گردش ،کراچی: کتب خانہ علم و ادب ،بارسوم ۱۹۵۳ئص۸

)۵(مجنوں گورکھپوری ،سراب، حیدرآباد دکن: ادارہ اشاعت اردو ، جنوری ۱۹۴۵ء ،ص۶

)۶(مجنوں گورکھپوری ،صیدزبوں ،حیدرآباد دکن: ادارہ اشاعت اردو ، ۱۹۴۴ء، ص۸

)۷(مجنوں گورکھپوری، سراب، حیدرآباد دکن:ادارہ اشاعت اردو، طبع اول ،جنور ی ۱۹۴۵ء

)۸(ایضاً، ص۲۲

)۹(مجنوں گورکھپوری نے ناول سرابکے دیباچے میں اپنے خیالات میں تبدیلی کی وضاحت ان لفظوں میں کی ہے: ''میرے بدلے ہوئے میلانات اور دہرائے ہوئے خیالات کی باقاعدہ ابتداء ۱۹۳۲ء سے ہوتی اور ان کی پہلی جھلکیاں اس افسانہ میں ملتی ہیں۔۔۔۔جن واقعات و حالات اور جن افراد سے افسانہ کی ترکیب ہوئی ہے وہ اگرچہ فرضی ہیں لیکن ہمارے ہندوستان کی معاشرت کی سچی تمثیل ہیں۔ ہندوستان کے زمیندارانہ نظام سے مجھے بچپن سے بغاوت تھی اور میرے دل میں واقعی یہ جذبہ روزِ ازل سے حرکت کرتا رہا ہے ۔ ''(سراب، ص۸(

)۱۰(سراب، ص۳۱

)۱۱(ایضاً، ص ۳۲

/...../